پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی
قسط ۵

امارتِ اسلامیہ افغانستان........مشاہدات و تاثرات

کمانڈر عبدالجبار صاحب کا وطن ساہی وال پاکستان ہے، جامعہ خیر المدارس ملتان سے فارغ التحصیل عالم دین ہیں مگر عالمانہ حیثیت سے زیادہ مجاہدانہ حیثیت سے معروف ہیں جہادِ افغانستان سے بحیثیت کمانڈر سابقہ جہادی دور ہی سے متعلق چلے آرہے ہیں اور جہادِ کشمیر سے بھی ذمہ دارانہ وابستگی رکھتے ہیں، امیر المومنین کے ہاتھ پر اولین بیعت کرنے والوں میں شامل ہیں ان مخصوص حضرات میں سے ہیں جن کی حربی مہارت و جہادی مشاورت پر امیر المومنین کو اعتماد ہے، ان کا علمی و منصبی وقار انکسار میں ڈھلا ہوا ہے مہمان خانے میں تشریف لائے تو سب حضرات احترام میں کھڑے ہو گئے کثرت تعداد کے باوجود یہ ایک کونے سے آخری کونے تک کھڑے ہوئے دوستوں میں سے ہر ایک کے پاس خود چل کر گئے معانقہ و مصافحہ کیا اور خیریت دریافت کی اور پھر ان کے درمیان عام فرشی نشست پر بیٹھ گئے، خوش اخلاق اور ہنس مکھ ہونے کے باوجود کم گو ہیں، گفتگو کی بجائے عمل بلکہ جہاد کے مردِ میدان ہیں دھیمے لہجے میں بولتے ہیں مگر بات مختصر، واضح اور دو ٹوک کرتے ہیں، ان کا شیوہ دل شکنی نہیں دل جوئی ہے مگر حق گوئی میں نازک مزاج شاہوں کی خفگی و دل شکستگی سے بے نیاز ہیں، اہلِ مصلحت کی پیچیدگیوں میں نہ الجھتے ہیں اور نہ ہی مصلحتوں کے پیچ و خم میں کسی کو الجھاتے ہیں، میدانِ جہاد میں مجاہدین کو صرف ہدایات ہی نہیں دیتے بلکہ آگے رہ کر اُن کی قیادت بھی کرتے ہیں، مسکراتے چہرے پر مقصدیت کی سنجیدگی ہمیشہ غالب رہتی ہے، لہجے کا سوز و گداز اخلاصِ دل کا عکاس ہے، گفتگو کے دوران میں نگاہیں شرم و حیا سے زیر بار رہتی ہیں مگر جہادی رفیقوں کا کہنا یہ ہے کہ میدانِ جہاد میں نظروں کی کیفیت بدل جاتی ہے۔

نظر کی جولانیاں نہ پوچھو نظر حقیقت میں وہ نظر ہے
اٹھے تو بجلی پناہ مانگے گرے تو خانہ خراب کر دے

مجلس کے اختتام پر جناب کمانڈر صاحب کی خدمت میں ندوۃ الاحناف قرآن محل ملتان کے سلسلہ وار مطبوعہ رسائل پیش کئے گئے انہوں نے اشتیاق و سپاس سے قبول فرمائے عنوانات پڑھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور دعائیہ کلمات ادا کئے۔

نمازِ عصر ادا کی، کمانڈر صاحب تنظیمی و تربیتی امور کی مشاورت میں مصروف ہو گئے اور قرآن محل کے مدرس نے غیر رسمی نشست میں حاضرین کو رافضیت کی اسلام دشمن سرگرمیوں بالخصوص پاکستان کے شمالی علاقہ جات اور امارت اسلامیہ افغانستان کے بارے میں اس کے سازشی ارادوں اور کوششوں سے تفصیلاً آگاہ کیا، اور اس کے بعد نمازِ مغرب تک کا باقی وقت حنظلہ محمود اور اس کے ساتھ تربیت حاصل کرنے

والے مجاہدین سے گفتگو اور ان کی رفاقت میں گزر گیا اسی اثناء میں ملتان کے کئی زیرِ تربیت نوجوانوں سے ملاقات و تعارف کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔

نماز مغرب کے بعد کمانڈر مولانا عبدالجبار صاحب کا بیان ہوا، انہوں نے حاضرین و مجاہدین کو جہادِ کشمیر کے مقصد، اس کی موجودہ حربی صورت حال اور شہدا کے ایمان افروز واقعات سے آگاہ فرمایا، اگرچہ ان کا انداز بیان روایتی جوش و خروش کی بجائے عام گفتگو کا تھا مگر اُن کی باتیں کانوں میں اٹکنے یا ٹکرا کر واپس آنے کی بجائے دل میں اترتی چلی جاتی تھیں اور اس حقیقت کا احساس ہو رہا تھا کہ جہاد کے موضوع پر غیر مجاہد مدرس کا درس اور ہے اور مجاہد کی گفتگو کی تاثیر کچھ اور ہے۔

نماز عشاء معسکر میں ادا کی اور پھر قرار گاہ میں آ گئے، ملک پیک، ٹین کی بوتلوں اور کنویں کے ٹھنڈے پانی سے مرکب تین جزئی مشروب سے شکم سیر ہو کر اپنے آپ کو سحر تک کے لئے نیند کے حوالے کر دیا۔

خط اوّل (محاذ) پر حاضری:

۱۲ ربیع الاول /۷ ۲-جون بروز اتوار نماز فجر کے بعد شاہی باغ میں چہل قدمی کی، مجاہدین کی حربی ورزشیں دیکھیں، شہتوت خوری کی اور اس کے بعد محاذ پر جانے کے ارادے سے حرکتہ المجاہدین کی گاڑی میں کابل شہر کے دفتر میں آ گئے، دورۂ محاذ کے رہبر استاد عبدالغفار صاحب مقرر ہوئے۔

ماہرین حرب جو شریکِ جہاد رہنے کے علاوہ نو وارد مجاہدین کو حربی تعلیم و تربیت دیتے ہیں انہیں معسکر کی زبان میں استاد کہا جاتا ہے، استاد عبدالغفار صاحب نہ صرف معسکر میں استاد ہیں بلکہ حربی اہمیت کے بعض خصوصی امور میں بھی مہارت رکھتے ہیں، مردم شناس بھی ہیں اور مزاج شناس بھی، موقع محل کے لحاظ سے مناسب صورت اختیار کرنے کا سلیقہ رکھتے ہیں، دوسروں کے معاملات میں بے جا مداخلت بھی نہیں کرتے اور انہیں مناسب تجاویز سے محروم بھی نہیں رکھتے، دفتری اور تنظیمی ضروریات سے زیادہ محاذ کے مجاہدین کی ضروریات کے بارے میں فکر مند رہتے ہیں، ہم نے ان کے مشورے سے مجاہدین کے لئے کچھ پھل خریدے اور پھر حرکتہ المجاہدین کی دو گاڑیوں میں قلعہ مراد بیگ کے محاذ کی طرف روانہ ہو گئے۔

سڑک کشادہ تھی مگر ٹریفک محدود تھی آگے جا کر ٹینکوں سے سڑک کو بند کر دیا گیا تھا، سڑک کے کنارے طالبان کے مغرب کی طرف حرکتہ الجہاد الاسلامی کے اور مشرق کی طرف حرکتہ المجاہدین کے مورچے تھے اور عربوں کا مورچہ قدرے بلندی پر تھا، دشمن بالکل سامنے مورچے لگائے بیٹھا تھا ہم نے گاڑیاں ایک طرف اوٹ میں کھڑی کر دیں اور اپنے آپ کو دیواروں اور درختوں کی آڑ سے دشمن کی نگاہوں سے چھپاتے ہوئے مورچوں کی طرف پیدل چل پڑے، مجاہدین فرازِ کوہ یوں طے کر رہے تھے جیسا کہ ہموار زمین پر رواں دواں ہوں جبکہ ہم ہر مسلمان کے لئے عسکری تربیت و مشق کی ضرورت و اہمیت کے شدید احساس کے ساتھ ان کے نقشِ پا پر چلنے کی کوشش کر رہے تھے اور ستا ستا کر آخر کار پہلے مورچے تک پہنچ ہی گئے، ان مجاہدین کی زیارت کا شرف حاصل کیا جو کسی مالی مفاد یا قومی و وطنی عصبیت کے بغیر صرف اور صرف اللہ

تعالیٰ کی رضا کے لئے اُس کے راستے میں نذرانہ جان پیش کرنے کے لئے بے تاب تھے جو اپنے خون سے ملت اسلامیہ کے پژمردہ چہرے کو شادابی عطا کرنے اور گلشن اسلام کو نکھارنے کے خواہاں تھے، گردو نواح سے کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں گولیوں کے خول یا گولوں کے ٹکڑے نہ پڑے ہوں۔ گولیوں اور گولوں کی اس فضا میں اُن کے چہروں کا سکون ان کے قلبی ایمان کی پختگی کی عکاسی کر رہا تھا، غیر مجاہد دنیاوی زندگی کے مفاد کے لئے لڑتا ہے یا شہرت پر مرتا ہے جبکہ مجاہد فی سبیل اللہ لڑتا ہی اللہ کے دین پر قربان ہونے کے لئے ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت ، نہ کشور کشائی

اس محاذ کے کمانڈر ڈاکٹر غزالی صاحب تھے، جو ایبٹ آباد سے تعلق رکھتے ہیں اور دس سال سے جہاد سے وابستہ ہیں ڈاکٹر صاحب دوسرے مورچے پر تھے ان سے ملاقات کے لئے وہاں پہنچے، دن کے گیارہ بجے تھے اور وہ بوریوں کی دیوار کے سائے میں لکڑی کے سائبان کے نیچے خطرۂ موت سے بے خوف نہایت اطمینان و سکون سے گہری نیند سو رہے تھے معلوم ہوا کہ رات بھر دشمن کی طرف سے گولہ باری ہوتی رہی ہے پوری رات جاگنے کے بعد اب کچھ ہی دیر ہوئی ہے کہ سوئے ہیں ہم نے انہیں اس صورت میں جگانا مناسب نہ سمجھا مگر اُن کے ساتھی اور ہمارے رہبر استاد عبدالغفار صاحب نے کہا کہ اگر آپ ڈاکٹر صاحب سے ملے بغیر چلے گئے تو وہ اسے شدت سے محسوس کریں گے۔ لہذا انہوں نے خود ہی ڈاکٹر صاحب کو بیدار کر دیا ڈاکٹر صاحب نہایت تپاک سے ملے، محاذ کے حیرت انگیز و ایمان افزا چشم دید واقعات سناتے ہوئے بتایا کہ سامنے کی پہاڑی پر طالبان کا مورچہ تھا۔ وطن پرست کچھ افراد دھوکہ دے کر ان میں شامل ہو گئے۔ دولت کی جھنکار نے مخالفین سے سودا کرا دیا طے شدہ سازش کے تحت دشمن نے اس مورچے پر حملہ کر دیا پہلے تو فروخت شدہ افراد نے رسمی مزاحمت کی اور پھر دشمن کو اوپر چڑھنے کا موقع دے کر ہتھیار ڈال دیئے۔ ایک پاکستانی مجاہد صورتِ حال بھانپ گیا اور اپنے اس مورچے سے جست لگا کر تیزی کے ساتھ اوپر چڑھ کر اس مورچے پر پہنچا اور مخالف کمانڈر کو قتل کر کے اس کا سر فضا میں اچھال دیا جس کے نتیجے میں مخالفین فائرنگ کرتے ہوئے فرار ہو گئے۔ وہ نوجوان خود تو شہادت سے سرفراز ہو گیا مگر اللہ تعالیٰ نے مورچے کی حفاظت فرما دی۔

ڈاکٹر صاحب نے ساتھیوں کے سوالات کے جوابات بشاشت وضاحت سے دیئے، اگرچہ ان کی گفتگو کا انداز اور ان کا لب و لہجہ ان کے خوش مزاج ہونے کی غمازی کر رہا تھا۔ مگر مقصدیت کی سنجیدگی جو حربی خشونت کی آمیزش سے بالکل پاک تھی ان کے چہرے پر اس طرح پھیلی ہوئی تھی کہ انکی مسکراہٹ کو خندہ نہیں بننے دیتی تھی۔ اور انکا پرسوز و گداز انداز بیان انکے قلبی اخلاص کی ترجمانی کر رہا تھا۔ ان سے ملاقات کے بعد واپس شہر کے لئے چل پڑے۔

جہاد افغانستان پر ایک نظر:

افغانستان ایک پہاڑی ملک ہے اس میں مختلف قبائل آباد ہیں اور کوئی قبیلہ دوسرے قبیلے کی بالا دستی قبول کرنے کو تیار نہیں یہی وجہ ہے کہ یہ ملک ہمیشہ طوائف الملوکی کا شکار رہا ہے، روایت مشہور ہے کہ اسکندر مقدونی جب فتوحات پر فتوحات کرتا ہوا افغانستان پہنچا تو اسے یہاں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی اس کی ماں نے اس سے اس کی وجہ معلوم کی تو اس نے جواب دینے کی بجائے اگلے دن کچھ قبائل کے چند افراد کو کھانے پر بلایا اور تعارفی گفتگو میں یہ سوال کیا کہ تم میں سے سب سے بڑا قبیلہ کس کا ہے ہر ایک نے اپنے قبیلے کو بڑا کہا اور ایک دوسرے کے دعویٰ کی نفی کو دیکھتے ہی دیکھتے تلواریں نکل آئیں اسکندر نے بڑی مشکل سے معاملہ رفع دفع کیا اور کھانا کھلا کر رخصت کر دیا اور اس کے بعد اپنی ماں سے کہا کہ جس علاقے کے لوگ ایک دوسرے کی فوقیت برداشت نہیں کر سکتے وہ باہر والے کو آسانی کے ساتھ کیسے قبول کر سکتے ہیں۔

یہ ملک عرصہ دراز تک برطانیہ اور روس دونوں کی نظروں میں کھٹکتا رہا نہ تو انگریز اس کو برعظیم پاک و ہند کی طرح زیر نگین رکھ سکا اور نہ ہی روس وسط ایشیا کی دیگر مسلمان ریاستوں کی طرح اسے ہڑپ کر سکا۔

کمیونسٹ انقلاب کے بعد روس نے اس ملک کو زیر اقتدار کرنے کے لئے ایک طویل منصوبہ بندی کی، ظاہر شاہ کے دور میں سردار داؤد کے ذریعے انتظامیہ اور تعلیمی شعبے میں اپنا اثر رسوخ بڑھانا شروع کیا اسی دور میں تعلیمی اداروں میں بے دینی اس قدر بڑھ گئی کہ کابل یونیورسٹی میں مسجد تو درکنار نماز ادا کرنا بھی باعث عار سمجھا جانے لگا۔ بادشاہت کو جمہوری شکل میں تبدیل کرنے کی لہر چلی جس کے نتیجے میں خلق اور پرچم کے نام سے دو سیاسی پارٹیاں وجود میں آئیں اور دونوں کمیونزم کی علمبردار تھیں۔ 1973ء میں جب ظاہر شاہ اٹلی کے دورے پر تھا سردار داؤد خان نے اس کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور بادشاہت ختم کر کے صدر ہونے کا اعلان کر دیا۔ اگرچہ داؤد نے تحریک اسلامی کو کچلنے کی بھرپور کوشش کی اس کے دور میں ہزاروں افراد شہید ہوئے مگر وہ بھی اپنے گرد روس کے تنگ ہوتے ہوئے گھیرے کو برداشت نہ کر سکا لہذا اپریل ۷۸ء میں سردار داؤد کو قتل کر دیا گیا اور اس کی جگہ خلق پارٹی کے سربراہ اور خالصتاً کمیونسٹ نور محمد ترہ کئی کو سربراہ بنا دیا گیا، جس نے دسمبر ۷۸ء میں "دوستی اور رفاقت" کے نام سے روس سے ایک خاص معاہدہ کیا جس نے تحت روسی فوجی ماہرین اور روسی فوج کو اسلحہ سمیت افغانستان میں داخل ہونے کا موقع مل گیا، ستمبر ۱۹۷۹ء میں نور محمد ترہ کئی کے دست راست حفیظ اللہ امین نے اس کو قتل کر کے خود اقتدار سنبھال لیا دسمبر ۱۹۷۹ء میں روسی فوجیوں نے اسے قتل کر کے ببرک کارمل کو صدر بنا دیا اور اس کی درخواست اور طلب کی آڑ میں ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو روسی فوجیں افغانستان میں پوری طرح داخل ہو گئیں اگرچہ ان ادوار میں بے دینی کا ماحول پیدا کرنے اور اسلامی اقدار و روایات کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی مگر ایک تو تعلیمی اداروں میں ایسے اساتذہ موجود تھے جنہوں نے متعدد نوجوانوں کے اذہان کو اسلام سے وابستہ رکھا

دوسرے یہ کہ پورے ملک میں دینی مدارس کا ایک وسیع سلسلہ قائم تھا یہی وجہ ہے کہ جب نور محمد ترہ کئی کے ذریعے کمیونسٹ انقلاب آیا تو عوام کی اسلامی وابستگی جو بے دینی کے سیلاب میں بہتی چلی جا رہی تھی غفلت سے بیدار ہونے لگی، روسی فوجوں کے ملک میں داخل ہوتے ہی علماء کی پکار پر عوام اٹھ کھڑے ہوئے اور اسلامی جہاد کا آغاز ہو گیا اور افغانستان کے علاوہ پاکستان کے مستند مفتیانِ کرام نے بھی اس کے اسلامی جہاد ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے تین نوجوان مولانا ارشاد احمد، قاری سیف اللہ اختر اور مولانا عبدالصمد سیال پاکستانی طالبان کی اس جہاد میں شرکت کا آغاز بنے۔ اور پاکستان کے دینی اداروں میں جہاد کا رجحان بڑھتا چلا گیا ہزاروں طلبہ تعلیم چھوڑ کر آرزوئے شہادت سے شریک جہاد ہونے لگے۔ سرکاری تعلیمی اداروں کے طلبہ بھی ان کے شریک سفر ہوتے چلے گئے، پاکستان کی دینی سیاسی جماعتوں نے افغانستان کی ہم مسلک و ہم خیال جہادی تنظیموں سے تعلق مضبوط و مربوط کر لیا اور ان کے لئے پاکستان سے مجاہدین کے علاوہ امدادی رقوم و اشیا بھی بھیجنے لگے، عرب ممالک کی طرف سے بھی مالی امداد کا سلسلہ شروع ہو گیا اور عرب نوجوانوں میں جہاد میں شرکت کا جذبہ بیدار ہوا اور ان کا سب سے پہلا قافلہ ۲۸۔ جون ۱۹۸۰ء کولنڈی کوتل کے راستے افغانستان میں داخل ہوا اور یہ قافلہ اٹھتر ۷۸ افراد پر مشتمل تھا۔ اسی سال فلسطینی نژاد عرب مجاہد عبداللہ عزام شریکِ جہاد ہوا اور اس کی کوششوں سے اسامہ بن لادن ۱۹۸۱ کے وسط میں پشاور پہنچا آغاز افغان مہاجرین کی مالی مدد سے کیا پھر تربیتی کیمپوں کی سرپرستی کی اور اس کے بعد خود بھی جہاد میں عملاً شریک ہو گیا۔

۱۹۸۸ء میں جنیوا میں روس کی واپسی کا معاہدہ ہوا اور فروری ۸۹ء میں نہ صرف روس افغانستان سے نکل گیا بلکہ وسط ایشیاء کی ریاستیں بھی اس کی گرفت سے آزاد ہو گئیں، امریکہ اور پاکستان دونوں نے اپنا مقصود پا لیا جبکہ اس جہاد سے اہل افغانستان کا حقیقی مقصود صرف روس کو نکالنا نہ تھا بلکہ اسے نکال کر ایک خالصتاً اسلامی ریاست کا قیام تھا۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت صرف آئین میں مذکور نہ ہو بلکہ عملاً رائج ہو، امریکہ اور اس کے ساتھیوں کے لئے یہ صورت کیسے قابل برداشت ہو سکتی تھی، اس جہاد میں سات جہادی تنظیمیں شریک تھیں جن کا اتحاد ہوس اقتدار کی بھینٹ چڑھ گیا۔ آٹھ شیعہ تنظیمیں منظر عام پر آ گئیں اور سولہواں فریق ڈاکٹر نجیب اللہ شمار ہونے لگا جسے روس نے افغانستان سے نکلتے وقت اقتدار سپرد کیا تھا اور جو خالصتاً کمیونسٹ اور ظالم انسان تھا۔ امریکہ نے وسیع البنیاد حکومت کا شوشہ چھوڑا اور پاکستان نے جہادی تنظیموں کے درمیان اختلافات میں اہم کردار ادا کیا۔ نتیجتاً پورا ملک خانہ جنگی میں مبتلا ہو گیا، عرب اور پاکستانی مجاہدین لا تعلق ہو گئے اور افغان طلبہ بھی تعلیمی اداروں میں واپس چلے گئے مگر خانہ جنگی ایسی بڑھی جس کی وجہ سے پورے ملک کا امن و امان تباہ ہو گیا اقتدار کی مصلحتوں نے بے دینی و فحاشی کے انسداد کو قابل توجہ نہ سمجھا اور ہر جماعت نے علاقائی عصبیت اور کمیونسٹ گروہ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش شروع کر دی، راہنمایانِ ملت کا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اٹھ گیا اور وہ بیرونی طاقتوں کے "دست شفقت" کے منتظر ہو گئے، اہل اسلام کی طرف سے

امدادی رقوم کا سلسلہ رک گیا تو انہوں نے اپنے عوام کا خون چوسنا شروع کر دیا ایک ایک شہر میں کئی کئی حکومتیں قائم ہو گئیں اور انتظامی بد نظمی کی انتہا ہو گئی۔

قندھار کا عمر نامی ایک طالب علم جو ایک دینی مدرسے میں موقوف علیہ کے درجہ میں پڑھتا تھا اور تعلیم چھوڑ کر جہاد افغانستان میں شامل ہوا تھا اور اس کی دائیں آنکھ بھی اس جہاد میں شہید ہو چکی تھی یہ ظلم و تشدد برداشت نہ کر سکا سولہ لاکھ سے زیادہ اہل ایمان کی شہادت کے تصور نے اسے بے چین کر دیا اس نے چند افراد کے ساتھ مل کر پہلے تو راہنماؤں کو شہدا کی قربانی کے حقیقی مقصد یعنی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے نفاذ کی طرف متوجہ کیا اور ظالموں کو ظلم سے باز رہنے کی ترغیب دی اور پھر اپنی اس کوشش میں ناکامی کے بعد پچیس ساتھیوں کے ساتھ مل کر ازسر نو جہاد کا آغاز کر دیا۔

امریکہ اور اس کے ساتھیوں نے اسے جہادی تنظیموں میں ایک نیا اختلافی گروپ سمجھا اور خود جہادی تنظیموں کو باہمی لڑائی کی وجہ سے اس گروہ کے مقابلے میں سنبھلنے کا موقع نہ ملا اس گروہ کے زیر قبضہ علاقے میں اسلامی نظام کے نفاذ اور امن و امان میں مجاہدین فی سبیل اللہ نے اپنا مقصد جہاد پا لیا، پاکستانی اور عرب جہادی تنظیموں نے ملا محمد عمر کے ہاتھ پر بیعت امارت کر لی اور جہاد افغانستان کے اکثر جہادی کمانڈر، مثلاً ملا بورجان، ملا عبدالسلام راکٹی، مولانا جلال الدین حقانی، ملا یار محمد، مولانا محمد ارسلان رحمانی، ملا فضل، ملا عبدالرزاق، ملا حسن رحمانی، مولانا پیر محمد روحانی، مولوی محمد یونس خالص، مولوی نبی محمدی وغیرہ اپنی اپنی تنظیموں اور اپنے اپنے اسیر ہوس اقتدار راہنماؤں کو چھوڑ کر اس قافلہ جہاد میں دھڑا دھڑ شامل ہونے لگے کیونکہ افغانستان کا اکثر حصہ روس کے خلاف جہاد میں انہوں نے فتح کیا تھا اس لئے ان کے زیر اثر علاقے تیزی کے ساتھ امارت اسلامیہ کا حصہ بنتے چلے گئے۔ اور آخر کار قندھار سے اٹھنے والا ابر جہاد دارالحکومت کابل تک پہنچ گیا اب تمام اقتدار پرست باہم متحد ہو گئے اور تمام طاغوتی قوتیں ان کی سرپرست بن گئیں جس کی وجہ سے فتوحات میں وہ تیزی باقی نہ رہی تاہم پیش قدمی کا سلسلہ جاری ہے اور جو علاقہ فتح ہوتا جا رہا ہے اس میں اسلامی نظام کی برکات دل کے اندھوں کے سوا مشاہدہ کرنے والے ہر شخص کو نظر آ رہی ہیں۔ چونکہ اس جہاد کا آغاز طلبہ نے کیا اکثریت بھی طلبہ کی ہے اس لئے اس گروہ کا نام قدرتی طور پر طالبان پڑ گیا۔

جہاد یا فساد؟

امارت اسلامیہ افغانستان اور اس کے مخالف شمالی اتحاد دونوں کی طرف سے لڑنے والے مسلمان ہیں، باریش ہیں اور اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہیں جس کی وجہ سے بعض لوگ اس پروپیگنڈے سے متاثر ہیں کہ یہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں اہل افغانستان کی خانہ جنگی ہے جب کہ اہل نظر اور واقفان حال وہی نہیں بلکہ عقل سلیم رکھنے والے وہ افراد بھی جو درج ذیل حقائق سے آگاہ ہیں اسے خالصتاً جہاد فی سبیل اللہ سمجھتے ہیں۔

سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں بعض قبیلے زکواۃ کے منکر ہو گئے اور بعض نے اسلامی حکومت کو زکواۃ دینے سے انکار کر دیا یہ انکار کرنے والے خود کو اہل ایمان کہتے تھے باریش تھے اور صوم و صلواۃ کے

پابند تھے مگر اس کے باوجود حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ان کے خلاف خروج کو خانہ جنگی نہیں جہاد فی سبیل اللہ کہا جاتا ہے۔

طالبان زمین پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نظام نافذ کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں ان کے زیر انتظام تمام علاقے میں عملاً یہ نظام رائج ہے۔ جبکہ مخالف اتحاد نہ تو یہ دعویٰ رکھتا ہے اور نہ ہی اس کے زیر قبضہ علاقے میں عملاً یہ نظام رائج ہے۔

افغانستان کے تمام علماء کرام اور پاکستان کے واقفانِ حال مفتیان عظام کا اس کے جہاد فی سبیل اللہ ہونے پر اجماع ہے۔

طالبان کا اپنے مخالفین سے مطالبہ اسلامی نظامِ شریعت کا نفاذ ہے جبکہ مخالفین کا ان سے مطالبہ شراکت اقتدار ہے۔

طالبان کے جہادی رفقاء کسی ایک زبان یا علاقے سے تعلق رکھنے والے نہیں بلکہ ان میں عربی، فارسی، پشتو، اردو، سرائیکی پنجابی، سندھی وغیرہ متعدد زبانیں بولنے والے شامل ہیں جن کا طالبان سے تعلق صرف اور صرف اسلامی اخوت کا ہے جبکہ مخالف شمالی اتحاد میں شامل افراد کے باہمی تعلق کی بنیاد علاقائی قبائلی اور لسانی عصبیت ہے۔

امریکہ، روس، اسرائیل، بھارت اور ایران وغیرہ دنیا کی یہ تمام کفریہ اور طاغوتی قوتیں باہمی اختلاف کے باوجود الکفر ملۃ واحدۃ کے مصداق طالبان کے خلاف شمالی اتحاد کی حمایت و امداد پر متفق ہیں اور ان کی مخالفت کی تمام تر بنیاد اسلامی نظامِ خلافت ہے کیونکہ جب امریکہ اور ایران وغیرہ کو جہاد افغانستان کے بعد ان جہادی تنظیموں کا اسلامی نظام گوارہ نہ ہوا جس میں جدیدیت کی لچک اور اس کا رجحان موجود تھا انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قائم کردہ خلافتِ راشدہ کی طرز کا طالبان کا نافذ کردہ خالص اسلامی نظام کیسے برداشت ہو سکتا ہے۔؟

ایک طرف مملکتِ افغانستان کا اکثر ہی نہیں بلکہ قریب الکل حصہ ہے اور دوسری طرف اس ملک کا تھوڑا سا علاقہ ہے اگر دونوں طرف اسلامی نظام رائج ہوتا تو بھی مرکز گریز اسلامی گروہ کے خلاف کارروائی کو جہاد ہی قرار دیا جاتا کجا یہ کہ احمد شاہ مسعود اور اس کے ساتھیوں کا گروہ صرف مرکز گریز نہیں بلکہ اسلامی مرکزیت کے خلاف ہے، پھر یہ کہ اسلامی نظام پر کاربند نہیں تیسرے یہ کہ اس میں مسلم و غیر مسلم سب شامل ہیں۔ چوتھے یہ کہ تمام طاغوتی اور کفریہ قوتیں اس کی پشت پناہی کر رہی ہیں ایسی صورت میں اسے جہاد کی بجائے خانہ جنگی کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

(جاری ہے)